اولاد کی تربیت میں سوشل میڈیا کا کردار اسباب و اثرات کے تناظر میں جائزہ

THE ROLE OF SOCIAL MEDIA IN EDUCATING CHILDREN OVERVIEW IN THE CONTEXT OF CAUSES AND EFFECTS

سمیہ یوسف *

ڈاکٹر محمد مہربان باروی**

Abstract:

By training children well, we can lay the foundation for a better society Because children are the architects of the future, if children are trained well from the beginning, a better society can be planned. This topic highlights the potential aspects of child training that are needed today. The title also contains references to the Qur'an and Hadith so that better training can be given in their light and thus the children can be corrected and to unleash their hidden talents. This topic uses points that can be used to refine children's personality. This topic also highlights the technologies used today, with social media topping the list. Social media plays an important role in educating children on how children can benefit from it and How children can benefit from it and how its misuse can lead to harm.

Keywords: social media, children, architects, future, Quran, Sunnah, Westren, civilization

تعارف:

ہم جس دور میں زندگی بسر کر رہے ہیں یہ جدید ٹیکنالوجی اور بالخصوص جدید میڈیا کا دور ہے۔ جس میں سوشل میڈیا کا بہت اہم کردار ہے۔ مذکورہ عنوان اولاد کی تربیت میں "سوشل میڈیا کا کردار، اسباب و اثرات کے تناظر میں جائزہ" عصر حاضر کے حوالے سے نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی عنوان کو موضوع بحث بنانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح انسان بلخصوص بچے اپنا زیادہ تر وقت سوشل میڈیا پر صرف کرتے ہیں اور اسی کو ترجیح دیتے ہیں جس کی وجہ سے

*ریسرچ اسکالر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی۔ پاکستان

**استاذ شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی۔ پاکستان mehrbanbarvi2@yahoo.com

بے شمار منفی نتائج ابھر کر سامنے آرہے ہیں۔ جو نہ صرف تشویش کا باعث ہے بلکہ اس کے تدارک کے لیے اہم کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

سب سے اہم بات سوشل میڈیا ایک ایسا بہاؤ ہے کہ جس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اس کا جائزہ نہیں لے سکتے اور نہ ہی اسے بہتر بنانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ یہ سب کیسے ممکن ہو سکے گا اس تناظر میں درج عنوان کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔

تربیت کی تعریف و مفہوم:

لغت کے اعتبار سے لفظ تربیت (ر ب ی) سے مشتق ہے، جس کا اسم (رب) ہے جو مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے، مثلا: مالک، السید، المطاع اور مصلح ہے اور یہ تربیت تیسرے معنی سے ماخوذ ہے جس کے معانی ہیں اصلاح کرنا۔(1)

لغت کے مفہوم کے مطابق تربیت کے معنی پالنا، بہتری کی جانب بڑھنا اور کسی کو تدریجا نشو نما دے کر حد کمال تک پہنچانا ہے اور تربیت مادہ (ر ب ی) سے نکلا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا۔ کتب لغات میں تربیت کے بہت سے معانی ذکر کئے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض جیسے برتری سردار، مالک سیاستدان اصلاح کرنے والا اور تربیت کرنے والا ہے۔ اسی تناظر میں ربیت اور اس سے ملتے جلتے الفاظ ایسے کلمات میں سے ہیں جنہیں ہر ایک اپنی روز مرہ کی زندگی میں استعمال کرتا ہے۔ جیسے تربیت یافتہ باادب، مودب وغیرہ ہونا۔

اصطلاحی تعریف:

اہل عرف اور عقلاء کی اصطلاح میں تربیت کا مفہوم کچھ اس طرح سے ملتا ہے۔

۱) بچوں کی پوشیدہ اور چھپی ہوئی صلاحیتوں کو نکھارنا، بہتر سے بہتر کرنا۔

۲) بچوں کو پستی سے نکال کر بلندی اور درستگی کی راہ پر گامزن کرنے اور اسے آگے بڑھانے اور جن مثبت صفات کی ضرورت ہو، اُن کی دیکھ بھال کر کے صحیح پروان چڑھانے کا نام تربیت ہے۔

۳) کسی کے اندر مثبت انداز سے مناسب رفتار پیدا کرنے اور اچھے ہدف تک پہنچانے اور اس کی استعداد و قابلیت کو اجاگر کرنے کے لئے کمالات کی طرف حرکت دینے کا نام بھی تربیت ہے۔

۴) تربیت میں کسی نئی چیز کو وجود میں نہیں لایا جاتا بلکہ انسان میں موجودہ پس پردہ وہ خوبیاں اور صفات جو اس میں پہلے سے موجود ہیں کو تربیت سے ظاہر کیا جاتا ہے اور اس کی پرورش کے ساتھ حفاظت بھی کی جاتی ہے۔ مثال کے

طور پر:

مالی اور باغبان اپنے باغ میں پھلوں کی اچھے طریقے سے دیکھ بھال کرتا ہے اور باغ کے ہر ایک پھول اور پودے کی پرورش کرتا ہے اور انہیں مختلف موذی امراض سے بچانے کی کوشش کرتا رہتا ہے تاکہ اس سے اپنا مطلوبہ مقصد حاصل کرے۔[2]

اسی طرح بچوں کی تربیت ایسے انداز سے کی جائے کہ جس سے ان کی شخصیت میں نکھار پیدا ہو جائے۔ آسان الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ برے اخلاق و عادات اور غلط ماحول سے محفوظ رکھنے اور اچھے اخلاق و عادات اور ایک صالح، پاکیزہ ماحول سے تبدیل کرنے کا نام تربیت ہے۔

جیسا کہ ہمارا عمومی خیال یہی ہوتا ہے کہ بچوں کا مستقبل نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اور یہی قوم کے معمار بھی ہوتے ہیں۔ اگر ان کی صحیح اور درست سمت میں تربیت کی جائے تو اس کا مطلب ہے کہ ہم ایک اچھے اور مضبوط معاشرے کے لئے ابتداء ہی سے اچھی بنیاد کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ یقیناً بچوں کی اچھی تربیت سے ایک مثالی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اچھا پوداہی مستقبل میں ایک تناور درخت بن سکتاہ، جو پھل دار بھی ہو سکتا ہے اور سایہ دار بھی۔

تربیت کی اقسام: (۱) ظاہری تربیت (۲) باطنی تربیت

ظاہری تربیت:

ظاہری اعتبار سے تربیت میں اولاد کی ظاہری وضع قطع، لباس، کھانے پینے، نشست اور برخاست، میل جول، اس کے دوست واحباب اور تعلقات ومشاغل کو نظر میں رکھنا، اس کے تعلیمی کوائف کی معلومات اور بلوغت کے بعد اُن کے ذرائع معاش کی نگرانی وغیرہ امور شامل ہیں۔ یہ تمام امور اولاد کی ظاہری تربیت میں داخل ہیں اور باطنی تربیت سے مراد اُن کے عقیدہ اور اخلاق کی اصلاح و درستگی ہے۔

اولاد کی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی تربیت والدین ہی کے ذمے فرض ہے۔ ماں باپ کے دل میں اولاد کے لئے محبت اور شفقت اور ہمدردی ایک فطری جذبہ ہے۔ یہی جذبات اور احساسات انہیں بچوں کی دیکھ بھال، کفالت اور تربیت پر انہیں ابھارتے ہیں ماں باپ کے دل میں یہ جذبات ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ دینی ذمہ داری کا بھی احساس ہو تو بچے کی تربیت اور بھی احسن طریقے سے کر سکتے ہیں۔

باطنی تربیت:

قرآن مجید ور احادیث نبویہ میں اولاد کی تربیت کے بارے میں واضح ارشادات موجود ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا أیھا الذین آمنوا قوا أنفسکم وأھلیکم ناراوقودھا الناس والحجارۃ (3)

اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

حضرت علیؓ نے اس آیت کی تفسیر و تشریح میں فرمایا کہ:

علِّمو ھم و أدِّبو ھم(4) ان (اپنی اولاد) کو تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ۔

اسلام نے اولاد کی تربیت پر بہت زور دیا ہے، کیونکہ نئی نسل کو جب ابتداء ہی میں صحیح منہج اور طریقہ پر چلایا جائے تو یہ بڑے ہو کر اسلام کے معمار بنیں گے اور اگر بچپن میں ابتدائی عمر میں اُن کی تربیت پر توجہ نہ دی جائے تو یہ جس راستے کو اختیار کر لیں گے، بعد میں اس کو بدلنا مشکل ہو گا۔ لہذا والدین کی ذمہ داری میں اولاد کی تربیت کرنا بہت اہم اور ضروری اور لازمی جز ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ درج ذیل آیت کی تفسیر میں کچھ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"کہ اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ اور انہیں اللہ کی اطاعت کا حکم دو اور اللہ کی نافرمانی سے منع کرو، اور جو بھی اللہ کے احکامات کی طرف بلائے، اس پر ان کی مدد کرے۔ اور جب بھی اللہ کی نافرمانی کا کوئی کام دیکھے تو اس سے انہیں روکے، اور نافرمانی کرنے پر انہیں تنبیہ کرے اور سختی سے ڈانٹے"(5)

اسی طرح تربیتِ اولاد کے مصنف مولانا حبیب اللہ مختار فرماتے ہیں۔

"یعنی کہ اپنی اولاد کو اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر چلنے کی تاکید کرو اور اسے اللہ کی نافرمانی سے روکو اور اس پر ان کو سمجھاؤ اور اگر وہ کوئی غلط کام کرے تو تم اس پر تنقید کرو اور ان کی اصلاح کرو"(6)

بچوں کے لئے تربیت کی ضرورت و اہمیت:

تربیت کے باب میں بچے کی اخلاقی، نفسیاتی اور معاشرتی شخصیت سازی میں پیشوا اور مقتدیٰ کا کردار نہایت مؤثر کن اور اہمیت کی حامل شخصیات میں سے ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کی نظر میں مربی ایک عظیم نمونہ ہے اور بہترین مقتدیٰ کا ہوا کرتا ہے۔ بچہ چال چلن میں اپنے مقتدیٰ کی پیروی کرتا ہے اور شعوری، غیر شعوری اور اخلاقی طور سے اسی ہی کی نقل اتارتا ہے۔ بلکہ اُس کے نفس و شعور میں مربی کی قولی و فعلی وحسی و معنوی صورت منقش ہو جاتی ہے۔ یعنی اس شخصیت کے جتنے بھی اثرات ہیں وہ بچے میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اولاد کی تربیت کی اہمیت کا اندازہ ان احادیث مبارکہ سے بھی ہوتا ہے آپ ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے:

مَا نَحَلَ والدٌ ولدَہ افضلَ مِن ادبٍ حسنٍ[7]

کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھے آداب سکھا دے۔

یعنی والدین کی جانب سے اچھی تربیت کرنا اور انہیں اچھے آداب واخلاق سکھانا اولاد کے لئے سب سے بہترین عطیہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سے روایت ہے:

عن ابن عباس۔۔۔قالوا:یا رسول اللہ قد علِمنا ما حقُّ الوالد، فما حق الوالد؟ قال: ان یحسن اسمَہ ویحسن ادبہ[8]

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ !والدین کے حقوق تو ہم نے جان لئے اولاد کے کیا حقوق ہیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یہ ہیں کہ اس کا نام اچھا رکھے اور کی اچھی تربیت کرے۔

"بچوں کو یونہی چھوڑ دینا کہ وہ بھٹکتے پھریں صحیح راستے سے ہٹ جائیں ان کے عقائد واخلاق برباد ہو جائیں نیز اسلام کی نظر میں ناواقفیت کوئی عذر نہیں ہے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں جن امور کا جاننا ضروری ہے اُس میں کوتاہی کرنا قیامت کی بازپرس سے نہیں بچا سکتا"[8]

تربیت کے چند بنیادی نکات:

بچوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں حکمت ودانائی سے کام لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں اُدنیٰ سی غفلت بہت پریشان کن نتائج کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ اصلاح وتربیت کے سلسلے میں بے حکمتی فائدے کے بجائے نقصان کا سبب بن جاتی ہے۔ لہذا حکمت کے تناظر میں وہ عمل اختیار کرنا چاہیے جس سے ضرور کے بجائے فائدہ ہو سکے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الحکمۃضالۃ المؤمن[9]"حکمت مومن کا گمشدہ سرمایہ ہے"

بچوں کی تربیت کے متعلق کچھ اہم نکات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے ان نکات کے پیش نظر توقع ہے کہ بچوں کی بہتر نشو نما ہو سکے گی۔

۱)۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے گھر کے ماحول کو خوشگوار بنایا جائے۔

۲)۔ اگر بچوں سے کوئی غلطی ہو جائے یا کوئی بات انہیں سمجھ نہ آئے تو متواتر سمجھانے کے باوجود بھی اس پر غصہ نہ کریں بلکہ اس کو مستقل مزاجی سے سمجھانے کی کوشش کریں اور عفو ودرگزر سے کام لیں۔

۳)۔ دوسروں کے سامنے بچے کی خوبیاں بیان کریں اور غلطیاں چھپالیں۔ اس طرح سے بچے کو خود اپنی غلطی کا اندازہ ہو جائے گا اور وہ آئندہ وہ عمل یا حرکت نہیں کرے گا۔

۴)۔ بچہ لاشعوری قصور سے لاعلم ہوتا ہے تو یہ توقع رکھنا کہ بچے کی بری عادتیں فوراً ختم ہو جائیں گی وہ دانش مندی کی بات نہیں ہے۔ بچے کو اپنے معیار پر نہ جانچیں۔

۵)۔ بچوں کو کچھ کام آزادانہ طور پر کرنے دیجیے جس سے اس میں خود اعتمادی پیدا ہو۔ بات بات پر بچے کو ٹوکنا اور اس کی تمام حرکات پر گہری نظر رکھنا مناسب نہیں۔

۶)۔ بچوں کی فطرت خواہشوں کی تکمیل کی حتیٰ الامکان کوشش کیجیے اور آہستہ آہستہ اس پر قابو پانے کی تربیت کیجیے۔[10]

بچوں کی تربیت کے اہم پہلو:

اخلاقی تربیت:

اخلاق و کردار نسل انسانی کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے۔ اگر کوئی قوم اخلاق سے محروم ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے تعمیر و ترقی سے ہم کنار نہیں کر سکتی۔ اس کے برخلاف بااصول و باکردار قوم کو کوئی طاقت زیر نہیں کر سکتی۔ معاشرتی و سماجی اعتبار سے ایک حوالہ سمجھنے کے لیے اہم ہے وہ یہ کہ جنگ عظیم دوم میں جب فرانس کو شکست ہوئی تو اس کے صدر نے کہا: ہم اس لیے ہارے کہ ہمارا نوجوان کردار کھو چکا ہے۔ یہاں سے بات واضح ہوتی ہے ایک بہتر قوم کے لیے کردار سازی نہایت اہم اور بنیادی شرط ہے اور اس کی ابتداء سے ضرورت ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

احسنکم احسنهم خلقاً[11] تم میں سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

اخلاق کردار سے مزین کرنے کا سب سے سنہرا دور بچپن کا دور ہے۔ بچوں کی فلاح و بہبود اور نشو نما و ارتقاء کے باقی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اُن کی اخلاقی تعلیم و تربیت کو بھی مناسب اہمیت دینی چاہئے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بچے پر اخلاقی اصول زبردستی ٹھونستے رہنے ہی سے اس کی صحیح اخلاقی تربیت ہو سکتی ہے یہ لائحہ عمل بچوں کی طبیعت پر گراں گزرنے کے علاوہ غیر سائنسی بھی ہے۔

اکثر اوقات آپ اپنے بچوں کو نہایت متانت سے کہتے ہو کہ کسی سے جھگڑا نہ کرو اپنے بھائیوں سے مل کر رہو، سچ بولا کرو وغیرہ مگر بچے کے کردار پر ایسی اصولی نصیحتوں کا کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوتا۔ اس کی بجائے اسے اپنے روزمرہ

کے واقعات قصے کہانیاں اور اچھی مثالوں کی روشنی میں اخلاقی نصیحتوں کا مفہوم سمجھائیے۔
اخلاقی تربیت کے سلسلہ میں گھر کے بعد مکتب کا درجہ ہے۔ کیونکہ بچے کا کافی وقت مدرسے اور اسکولوں میں گزرتا ہے لہٰذا ایک ایسا پیریڈ مقرر ہونا چاہئے کہ جس میں بچوں کی اخلاقی تربیت ہو سکے یہی نہیں بلکہ کھیل کود اور ایسے ہر پیریڈ میں وقتاً فوقتاً بچوں کی تربیت کرنی چاہئے تاکہ ان کے اخلاق بلند ہو سکیں۔ جیسے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:
اَحْسَنُكُمْ اَحْسَنُكُمْ خُلْقاً[12] تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔
اب آگے یہ بات بھی زیرِ غور ہے کہ اس بات سا کون انکار کر سکتا ہے کہ مذہب ہماری زندگی کا بہت پرانا معاشرتی ادارہ ہے۔ مذہب نے بھی اخلاق کی تعلیم کو مرکزی اہمیت دی ہے۔ صحیح مذہبی تعلیم کا مقصد بھی اعلیٰ اخلاق کو اجاگر کرنا ہے۔
اکیسویں صدی کہ معلم کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ وہ تعلیم جو زندگی کی عام دلچسپیوں سے خالی ہو۔ بچوں کو اخلاقی اصول حفظ کرانے کے بجائے مدرسہ میں روزمرہ کے واقعات پر مباحثے اور تبصرے ہونے چاہئیں، جن میں بچے قتل و غارت گری، دھوکہ دہی، چوری چکاری، بدعنوانی اور رشوت ستانی وغیرہ جیسے جرائم پر تبادلہ خیال کریں اور اپنے ہمدرد معلم کی مدد سے بُرے کردار کی برائیوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔
ایک دوسرے کو سمجھنے کا اخلاقی شعور پیدا کرنے کے لئے بچوں کے کھیل کود کے لئے کلب نما کی سب تنظیم بھی ضرورت ہے اور سکاؤٹنگ، گائیڈنگ اور نیشنل کیڈٹ کور کی خصوصی ترتیب بچوں کے اخلاقی ارتقاء کے لئے مفید ہے۔[13]

معاشرتی تربیت:

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو فطرتاً انفرادیت کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسے گرد و پیش کا نہ کچھ پتہ ہوتا ہے اور نہ ہی اسے کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ وہ دوسروں سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات میں گم رہتا ہے جوں جوں اس کی عمر بڑھتی ہے، گرد و پیش میں دلچسپی لینا شروع کر دیتا ہے۔ ایک سال سے بلوغ تک کی عمر وہ قیمتی دور ہے۔ جس میں بچے کی معاشرتی تربیت کی ضرورت ہے، تاکہ بچہ سماجی سرگرمیوں میں صحیح طرح حصہ لے سکے۔
والدین اور گھر کے افراد اپنے بچوں کی معاشرتی تربیت پر اپنے کردار سے دور رس اثرات ڈال سکتے ہیں۔ بچہ فطرتاً ہر چیز میں دوسروں کی تقلید کرتا ہے۔ بچہ تمام معاشرتی عادات و اطوار اپنے گھر والوں سے سیکھتا ہے۔ آپ اگر جھوٹ بولتے ہیں تو آپ کا بچہ سچ بولنے کا عادی نہیں ہو سکتا۔ بچہ والدین کے اخلاق و عادات کو بہترین نمونہ سمجھتا ہے۔

بچوں کی معاشرتی تربیت میں کھیلوں کا اہم رول ہوتا ہے۔ بچوں کو تفریحی کیمپوں، صاف ستھری گلیوں کھیلوں کے مقابلوں اور کھیلوں کے انتظامی اداروں سے وابستہ ہو کر بچے دوسروں کو سمجھنے اور معاشرتی ذمہ داریوں کو نبھانے کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔

ذہنی تربیت:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس وجہ سے تمام مخلوقات پر فضیلت بخشی وہ ذہن اور دماغ خیر و شر میں تمیز کرنے کی قوت ہے۔

"ذہن و دماغ کی تربیت کے بغیر انسانی زندگی کی گاڑی ایک لمحے کے لئے بھی آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اگر ہمارے ذہن میں کسی رشتے دار کی شکل آنے جانے کے راستے اور کوئی بھی چیز ہمیں یاد نہ رہے تو زندگی مشکل ہو جائے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ بچے کی ذہنی تربیت کی جائے"۔(14)

عہد حاضر کے نئے تقاضوں میں نئی رہنمائی:

عہد حاضر میں تیزی سے بدلتے ہوئے حیرت انگیز ماحول میں بچوں کی تعلیم و تربیت اور رشد رہنمائی کے لئے زیادہ مؤثر اور مختصر طور طریقے استعمال کرنا پڑیں گے۔ وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے نمٹنے کے لئے اساتذہ والدین اور نفسیات دان اپنے فرائض کی بہتر ادائیگی کے لئے مندرجہ ذیل اسالیب سب سے زیادہ کارآمد ہو سکتے ہیں۔

۱) اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بچوں کے فکر و عمل اور سیرت و کردار کی تعمیر و تطہیر۔

۲) جدید سائنس اور ٹیکنالوجی میں گہری دلچسپی اور دسترس سے بصیرت، خدمت، امتیاز اور قیادت کی صلاحیتوں کا فروغ۔

۳) منظم کھیلوں اور متوازن تفریحوں میں مناسب شرکت سے جسمانی اور ذہنی صحت میں استحکام۔(15)

سوشل میڈیا کے اثرات

سوشل میڈیا کی تعریف:

سوشل میڈیا کو دوسرے لفظوں میں سماجی ذرائع ابلاغ بھی کہا جا سکتا ہے یعنی کسی تک اپنا پیغام یا اپنی بات پہنچانے کا ذریعہ، دور جدید میں ذرائع ابلاغ کا مفہوم بہت وسعت اختیار کر گیا ہے۔

ابلاغ کا مفہوم:

ابلاغ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی پہنچا دینا یا مقصد تک رسائی حاصل کرنے کے ہیں۔

بلغ عنہ الرسالۃ الی القوم[16] اس نے لوگوں تک پیغام پہنچایا۔

لغات میں ابلاغ کے معنی انتہائی مقصد منتہی تک پہنچنے کے آتے ہیں، خواہ مقصد و منتہی کوئی مقام ہو یا وقت یا کوئی شے۔

ابلاغ کے جدید مترادفات:

ابلاغ کے متعدد مترادفات ملتے جلتے مفہوم کو ادا کرتے ہیں جیسے

۱) کمیونیکیشن ۲) صحافت ۳) میڈیا

۱) کمیونیکیشن:

ابلاغ عامہ کی نئی جتہوں کے مطابق ایک تعریف کچھ یوں ملتی ہے۔

انگریزی میں ابلاغ کے لئے کمیونیکیشن کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس کا مطلب دوسروں تک اپنے خیالات پہنچانے، اپنے مطلب واضح کرنے، معلومات پہنچانے اور بات چیت کے ہیں۔[17]

Communication is an act of transmitting ideas, attitudesand information from one person to another.[18]

۲) صحافت:

ابلاغ کے معنوں میں لفظ صحافت بھی مستعمل ہے جو عربی زبان کے لفظ صحیفہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے لغوی معنی کتاب یا رسالہ کے ہیں۔ ابن منظور کے خیال کے مطابق

الصحیفہ التی یُکتب فیھا، والجمع صحائف وصُحُف۔ [19]

"وہ چیز جس پر لکھا جائے اس مناسب سے ورق کی ایک جانب یعنی صفحہ کو صحیفہ کہتے ہیں"

اور جدید عربی میں صحیفہ بمعنی جریدہ اور اخبار بھی مستعمل ہے۔

اصطلاحاً صحافت سے مراد، روزانہ کے واقعات کو تحریر، آواز اور تصاویر کی صورت میں پیش کرنے کو کہتے ہیں، اس کے لئے انگریزی کا لفظ جرنلزم مستعمل ہے۔ انگریزی میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

Journalism is the collection of Perrodical publishing of current news. It was confied for centuries to newspaper and magzines.[20]

۳) میڈیا:

میڈیا Media انگریزی زبان کا لفظ ہے۔ عمومی طور پر اس کا ترجمہ ذرائع ابلاغ یا صحافت ہی کیا جاتا ہے۔ میڈیا میں مطبوعہ اور برقی صحافت کے ذرائع خواہ وہ سمعی ہوں یا بصری شامل ہوتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ کی اقسام:

قدیم زمانہ میں ابلاغ کے طریقے سادہ تھے۔ لوگ زیادہ تر زبان و بیان سے ہی ابلاغ کا کام لیتے تھے۔ بعد ازاں لوگ لکڑی کی چھالوں، تختیوں اور پتوں پر لکھ کر ابلاغ کا کام کرتے تھے۔ چھاپہ خانہ کی ایجاد سے ابلاغ وطباعت کی دنیا میں انقلاب آیا پھر ریڈیائی صحافت کا آغاز ہوا تو لوگوں کو خبریں پڑھ کر سنائی جانے لگیں، پھر ٹیلی ویژن کی آمد سے مزید انقلاب رونما ہوا کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے تو ذرائع ابلاغ کی دنیا ہی بدل دی ہے۔ ارتقاء کا سفر جاری وساری ہے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا ہے
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی [21]

تاہم دور جدید میں ابلاغ کو چند اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱) مطبوعہ ذرائع ابلاغ ۲) برقیاتی ذرائع ابلاغ ۳) سماجی ذرائع ابلاغ

۱) مطبوعہ ذرائع ابلاغ: (پرنٹ میڈیا)

اس حصہ میں وہ تمام ذرائع شامل ہیں جن میں قلم و قرطاس اور چھاپہ خانہ استعمال ہوتا ہے۔ مطبوعہ مواد میں کتب ورسائل، اخبارات ومجلات پوسٹرز، ہینڈ بلز وغیرہ شامل ہیں۔

۲) برقیاتی ذرائع ابلاغ (الیکٹرونک میڈیا)

وہ تمام ذرائع جن میں بجلی، روشنی (لائٹ) استعمال ہوتی ہے ان میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم، وی۔ سی۔ آر، کیبل سلائیڈز اور ہیڈ پروجیکٹر شامل ہیں علاوہ ازیں دور جدید میں کمپیوٹر، انٹرنیٹ بلخصوص سیٹلائٹ سے منسلک جملہ ذرائع بھی اسی کی ذیل میں آتے ہیں الیکٹرانک میڈیا کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) سمعی ذرائع (آڈیو میڈیا) اس میں کان سے سنے جانے والے جملہ ذرائع شامل ہیں۔

(۲) بصری ذرائع (ویڈیو میڈیا) اس میں آنکھ سے دیکھے جانے والے جملہ ذرائع شامل ہیں۔

(۳) سماجی ذرائع ابلاغ:

اگرچہ سماجی ذرائع ابلاغ کا شمار بھی برقی ذرائع ابلاغ میں ہوتا ہے مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر دور جدید میں اس کا تذکرہ الگ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس میں ای۔ میل، فیس بک، ٹوئیٹر اور سکائپ وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں ہم

لوگوں تک بلاواسطہ یا اپنے خیالات پہنچا سکتے ہیں۔

اسلام میں سوشل میڈیا کی اہمیت:

میڈیا دراصل فکر و نظر کی آزادی کا ہی نام ہے۔ فکر و عمل کی آزادی اور اظہارِ رائے کی آزادی کا باب میڈیا کی آزادی کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا ہے۔ ایک مثالی اسلامی ریاست میں عقیدے اور مذہب کی آزادی کے ساتھ فکر و نظر کی بھی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔ دین اسلام میں جدید ابلاغ یعنی جدید میڈیا کی کتنی اہمیت ہے اور بالخصوص سوشل میڈیا کو انسانی زندگی میں کتنا بڑا اور اہم مقام حاصل ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں ان آیات کریمہ کا مطالعہ اور ان کے مفاہیم میں غور کرنا چاہئے جن سے اسلام کے داعیانہ پہلو واضح ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان و بیان اور لکھنے، پڑھنے کی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ابلاغ کے جو ذرائع انسان کو میسر ہیں وہ کسی اور مخلوق کو میسر نہیں علم و عقل کے امتیاز کے ساتھ وہ اظہار اور ابلاغ کے متنوع اسالیب اختیار کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ[21] اس نے انسان لو تھڑے سے پیدا کیا۔

دورِ جدید میں پوری دنیا عالمی اکائی (گلوبل ویلج) کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور یہ سب کچھ سوشل میڈیا کے تیزی سے بڑھتے ہوئے اثرات کی بدولت ہوا ہے۔ کسی بھی ریاست و مملکت کے استحکام میں جو بنیادی عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر خالد علوی سوشل میڈیا کی اسی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سوشل میڈیا نے انسانی زندگی کو نئی رفتار اور نئی معرفت عطا کی ہے۔ انسان کو گرد و پیش کا شعور دیا اور زندگی کے بیشتر مسائل کی نقاب کشائی کی ہے۔ اگر غور کریں تو دور حاضر کی تمام تر علمی ترقی و خوشحالی، سائنسی ایجادات اور علمی تحقیقات کا ادراک انہی ذرائع سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ کہنا بجا ہو گا کہ سوشل میڈیا نے معلومات اور آگہی میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔ سوشل میڈیا صرف معلومات ہی کا نہیں، تفریح کا ذریعہ بھی ہے۔ سائنسی تحقیقات، تازہ خبریں و تبصرے کھیلوں کے مناظر، موسیقی اور تعلیمی پروگرام وہ پہلو ہیں جن سے ذرائع ابلاغ نے روزمرہ زندگی کی رونقیں بڑھائی ہیں۔ عالمی آگہی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں کوئی واقعہ یا حادثہ جیسے رونما ہوتا ہے ہر شخص اس سے فورا واقف ہو جاتا ہے"۔[22] یہ سوشل میڈیا کا دور ہے اور یہ ہماری زندگیوں میں کچھ اس طرح شامل ہو چکا ہے کہ ہم چاہتے ناچاہتے کہ باوجود بھی ہم اس کے طلسم سے باہر نہیں نکل سکتے، کیونکہ یہ ایک طلسماتی سحر ہے۔ یہ جادوئی دنیا ہے، جس میں جانے کا راستہ تو ہے لیکن باہر نکلنے کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ سوشل میڈیا ایک ایسا نشہ ہے کہ ہر شخص اس کا مستعمل نظر آتا ہے، کیا چھوٹا، کیا بڑا، کیا بوڑھا، کیا جوان، سب ہی اس کے اثیر نظر آتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر

چیز کے مثبت اور منفی پہلو ہوتے ہیں، خرابی وہاں پیدا ہوتی ہے، جب ہم اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صرف سوشل میڈیا کو ہر برائی کا ذمہ دار ٹھہرانا یہ ناانصافی ہوگی۔ حالانکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ سوشل میڈیا کے بہت سے فوائد بھی ہیں۔ بس شرط وہی ہے کہ کسی بھی چیز کا درست استعمال اس کے نقصان اور فائدے کا سبب بنتا ہے۔ سوشل میڈیا کا لفظ جب ہماری سماعت میں پڑتا ہے تو سب سے پہلی چیز یا پہلا نام جو ہماری سماعت میں پڑتا ہے، ان میں فیس بک ہی نہیں بلکہ یو ٹیوب، ٹیوٹر، ای میل، واٹس ایپ، اسکائپ، انسٹاگرام وغیرہ بھی شامل ہیں۔

مذکورہ اشارہ کی موجودگی کے سبب یہ کہا جاسکتا ہے کہ عہد حاضر میں سوشل میڈیا فیس بک یو ٹیوب، ٹیوٹر، ای میل، واٹس ایپ، اسکائپ، انسٹاگرام وغیرہ سب مقبول ترین سائٹس ہیں اور یہ سب وہ ذرائع ہیں جن کی مدد سے کوئی بھی شخص کوئی بھی ادرہ اپنی بات کو جلدی اور مؤثر اور آسان طریقے دوسرے تک پہنچاسکتے ہیں۔

آج کے دور میں سوشل میڈیا ہماری زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ بن گیا ہے یا یوں کہہ لیں کی سوشل میڈیا کے بغیر ہم ادھورے ہیں۔ جہاں سوشل میڈیا نے ہمارے لئے آسانیاں پیدا کی ہیں، وہیں سوشل میڈیا کی ہماری زندگی پر کچھ برے اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔ جس میں وقت کا ضائع ہونا اہم ہے۔

سوشل میڈیا کے منفی اثرات

میڈیا کے سب سے بڑے اثرات جو ظاہر ہوئے ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ سب سے زیادہ خطرناک طریقے سے بچوں کی صحت پر اثر انداز ہوا ہے، کیونکہ بچے فہم و فراست نہیں رکھتے کہ وہ ڈرامائی ور حقیقت کی دنیا میں فرق کر سکیں کیونکہ میڈیا ظاہراً ایسا دکھاتا ہے کہ یہ سب زندگی کی اصل حقیقت ہے جبکہ ایسا نہیں ہے اور چھوٹے بچے جو بڑھتی عمر کی طرف جارہے ہیں ان کو یہ سمجھنے اور سمجھانے کی اشد ضرورت ہے کہ خوابی دنیا اور حقیقی دنیا بہت مختلف ہے۔ جیسے جیسے میڈیا کا زور بڑھتا جارہا ہے بہت سی صحت مند سرگرمیاں کم ہو رہی ہیں، جیسا کہ جسمانی ورزش کے لیے کھیل کود اور اپنے عزیز واقارب میں میل جول کے لیے کسی گھریلو تقریب میں شرکت اور گھر والوں کو وقت دینا وغیرہ شامل ہے۔

امتِ مسلمہ انٹرنیشنل میڈیا سے ایک مدت سے نالاں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر دیانت دارانہ ابلاغ یا صحافت کا حق ادا نہیں ہوتا۔ وہاں سلیکٹیو رپورٹنگ (Selective Reporting) کے نام پر استحصالی سیاست کار فرما نظر آتی ہے۔ یعنی قارئین (اخبارات کے) اور ناظرین (ٹی وی اور انٹرنیٹ) کے جذبات کا استحصال کیا جاتا

ہے۔ لیکن اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے غیر جانبدار ہو کر خالص معروضی انداز میں سوچیں تو ہمیں دکھائی دے گا کہ خود مسلمانوں کے اخبارات اور رسائل بھی اپنے قارئین کے ساتھ کچھ کم مذاق نہیں کرتے۔ وہ خود بھی یہی کارِ خیر انجام دے رہے ہیں۔ جس کے لئے قومی و بین الاقوامی سوشل میڈیا برسوں سے بدنام ہے۔

اکیسویں صدی تک پاکستان میں سوشل میڈیا کا کردار مخصوص دائرے تک ہی محدود رہا لیکن قومی کردار کی تعمیر، تہذیبی واخلاقی اقدار کی پاسداری اور اصلاح احوال سے کبھی غفلت نہیں برتی گئی۔ لیکن اکیسویں صدی کے آغاز پر پاکستان میں جیسے ہی نجی ٹی وی چینلوں کے آغاز کے ساتھ ہی میڈیائی انقلاب برپا ہوا اس نے ملک کو سماجی، معاشرتی، سیاسی، معاشی اور نظریاتی طور پر کھوکھلا کر ڈالا ہے۔ جدید دور میں عوام کی سوچ وفکر پر گہرا اثر مرتب کرنے والا میڈیا اب پاکستان میں ایک ایسی دو دھاری تلوار ثابت ہو رہا ہے جو اپنے ہی ملک کی نظریاتی واخلاقی و حقیقی سرحدوں کے درپے ہو گیا ہے۔

انہی قلم کاروں کی نامعقول سعی بسیار سے آج کے انسان نے تاریخ کا بھی انکار کر کے لذتِ پیٹ، تعقل پسندی اور شہواتِ نفسانیہ کو اپنا نصب العین بنالیا ہے۔ یہ ہی وہ چیز ہے جسے سیاسی زبان میں سیکولرازم کہا جاتا ہے۔ الحادو لادینیت اور دہریت اسی کا دوسرا، تیسرا اور چوتھا نام ہے۔ اس کو آسان الفاظ میں فلسفہ زر، زن اور زمین سے متعارف کرایا اور پہنچانا جاسکتا ہے۔ سیکولرازم کے حامیوں کا اس کے سوا کوئی کام ہی نہیں ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو شاید صحیح مفہوم ادا ہو سکے کہ وہ اس نظریے کے متضاد، ہر فکر کو فکر فاسد، ہر بات کو لائق عدم التفات اور ہر کام کو اہم گردانتے اور باور کراتے ہیں۔

۱) بے حیائی کی ترویج:

آج کے میڈیا نے تو شرم وحیا کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کا عزمِ مصمم کر رکھا ہے اور جب انسان میں شرم ہی باقی نہ رہے تو اس سے کس خیر کی امید کیسے کی جاسکتی ہے؟ حدیث مبارکہ کے مطابق جب تم حیا نہ کرو تو جو چاہو کرو۔ یعنی فحاشی و عریانیت، انسانی قدروں کی پامالی اور اخلاق سوز حرکتیں انسانی معاشرے میں سوشل میڈیا کے ذریعے جاری و ساری ہو جاتی ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ دنیا میں فحاشی کو سوشل میڈیا نے عام کر دیا ہے۔ اس میں قتل و غارت، ڈکیتی، ظلم ستم کے نئے طریقے بھی دکھائے جاتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر لاکھوں ایسی ویب سائٹس لانچ کی گئی، جو جنسی انارکی کو پھیلانے میں لگی ہوئی ہیں اور رہی سہی کسر موبائل نے پوری کر دی اور سوشل میڈیا کے ذریعے خرابیوں کو فروغ دیا جارہا ہے اور اس میں موجود ان لوگوں کو اللہ کا خوف تک لاحق نہیں ہوتا اور نہ ہی سماج کے برباد ہونے کا اور نہ ہی بچوں کے بگڑنے کا اندیشہ۔ بلکہ کچھ لوگ تو بنی بنائی اسکیم اور منصوبہ بند طریقے کے تحت یہ سب

کچھ کرتے ہیں۔ اس لئے اب لازم ہے کہ مسلمانوں کے لئے حسبِ استطاعت اس کی اصلاح اور اس کا نعم البدل پیش کیا جائے۔

۲) معاشرتی انتشار:

لوگوں کے درمیان انتشار پیدا کرنا، عوام وخواص کو بغاوت اور نافرمانی پر ابھارنا، عوام وخواص میں فرقہ واریت کے جذبات کو شہ دینا، واقعات کو توڑ موڑ کر پیش کر کے عوام کو گمراہ کرنا اور ان کو خلافِ شان حرکتوں پر مجبور کرنا دوسروں کے محاسن کو بالائے طاق رکھنا اور ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنا، نااہل اور نالائق افراد اور جماعتوں کی تعریف میں آسمان اور زمین کا قلابے ملا دینا، معمولی خامیوں اور کمزوریوں کو نمایاں کر کے پیش کرنا، اصل اور مطلوب اُمور ومسائل کے بجائے جزئیات اور غیر ضروری اُمور پر توجہ مرکوز کرانے کی وجہ سے معاشرے میں انتشار جنم لے رہا ہے۔ یہ سب میڈیا کے وہ منفی کردار ثبوت ومظاہر ہیں جو آئے دن عینی مشاہدات میں آتے رہتے ہیں۔ حقائق کا نظروں سے اوجھل ہو جانا، اخلاقی قدروں کی پامالی فتنہ و فساد کا دور دورہ اور انسانیت دشمنی کے یہ المناک حوادث وواقعات کی ذمہ داری میں تعصب وجانب داری کا الزام بھی میڈیا کے سرپر موجود ہے۔

۳) حقائق کا مسخ کرنا:

سوشل میڈیا کو من وعن بیان کرنے کے بجائے حذف واضافہ اور قطع وبُرید کے ذریعے خبروں کو مسخ کر دیا جاتا ہے۔ حقائق اور واقعات کو دل نشین پیراء میں بیان کرنا قابلِ ستائش ہے۔ لیکن تصنع اور تکلف کے پیرائے میں نفع کاری کرنا اور تفریح طبع کا سامان اس طور پر پیش کرنا کہ حقائق وواقعات سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔

4) سنسنی پھیلانا:

سوشل میڈیا کا یہ منفی پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ وہ سنسنی پھیلانے کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ یہ بھی سوچنے کی کوشش نہیں کرتے کہ ایسی سنسنی خیز باتیں دوسروں تک پہنچانے کے کیا اثرات ہوں گے؟ ایسی صورت حال سے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ (23)

جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ علم نہ تھا اور تم اس سے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور خدا کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی۔

آج صورتحال یہ ہے کہ کسی نے کوئی سنسنی خیز بات کہی تو میڈیا والے بغیر تحقیق کے، اسے دوسروں تک پہنچانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۵) اسلام اور سنسنی مسلمانوں کے خلاف تعصب:

آج خصوصاً بین الاقوامی میڈیا کا مرکز توجہ اسلام اور اصحابِ حل وعقد آج اس مشن میں محو مستغرق ہیں کہ صحیح اسلام کو کیسے باقی رکھا جائے جو دنیا میں بے حس وحرکت اور معذور ومجبور بنا رہا ہے۔ بظاہر اسلام کے نام لیوا تو زندہ ہیں لیکن انسداد شر وفتنہ کی وجہ سے اپنے ہی گھر میں قیام امن، قانون کے نفاذ کے نہ ہونے اور وہ دوسرے مذاہب واقوام کی تقلید میں سفر کر رہے ہیں۔ گویا کہ اپنے دین کی سلامتی اور اقدار کو کھوتے جا رہے ہیں۔ آج بین الاقوامی میڈیا کا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بے جا الزام تراشی وطیرہ بنتا جا رہا ہے، کبھی اسلام کے خلاف، کبھی رسول ﷺ کی شان وعظمت کے خلاف، کبھی قرآن کے خلاف، کبھی جہاد اسلامی کے اخلاف، کبھی اسلامی حدود تعزیرات کے خلاف، کبھی خلافت اسلامیہ کے خلاف، کسی نہ کسی طرح زہر افشانی ہوتی رہتی ہے۔

غرض یہ ہے کہ الیکٹرانک اور سوشل میڈیا نے اخلاقی اور روحانی تباہی مچا رکھی ہے اور یہ گلوبلائزیشن کا سب سے بڑا آلہء کار نظر آتے ہیں، انٹرنیٹ، جنسیت اور فحاشی کو سب سے زیادہ فروغ دینے والا ہے جو انسانیت کو گڑھے میں دفن کرنے والی بیماریاں ہیں۔ جسے اللہ نے مومن معاشرے میں پھیلانا حرام قرار دیا ہے اور پھیلانے والے کے لئے بڑا عذاب رکھا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ(23)

جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔

لیکن مغربی ترقی کے اس سحر انگیز مہلک ہتھیار کے وار سے کمپیوٹر کے اسکرین پر بیٹھ کر، صرف ایک کلک سے انسان فحاشی وعریانی اور تخریب اخلاق کے تالاب میں جہالت اور شرم وحیا کے سارے حدود پار کر کے داخل ہو جاتا ہے۔ یہ جنسیت زدہ فحش کلچر انسانیت کے لئے تباہی ہے۔ یہ مغربی میڈیا کے وہ تحفے ہیں جس کو دیکھ کر خودکشیاں عام ہوئیں۔ ٹی وی ڈراموں اور فلموں نے مجرموں کو جرائم کی عملی تربیت دی ہے۔ بچے بھی یہاں سے غلط بیانی کرنا سیکھتے ہیں اور جرائم کی طرف ان کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ ارتکاب جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ زنا بالرضا تو کیا زنا بالجبر بھی معمول بن گیا ہے۔ اس میں نہ صرف نو عمر لڑکیاں بلکہ کم سن بچیاں بھی زنا کا شکار ہو رہی ہیں۔ خاندان اجڑ گئے۔ معاشرے کے شہتیر ہل رہے ہیں۔ اب مغربی ممالک میں یہ بھی حقیقت تسلیم کی جانے لگی ہے کہ عصمت دری کے جراثیم کا بے حجابی اور بے لباسی سے گہرا تعلق ہے۔ سویڈن کی ایک 18 سالہ لڑکی روسانے اپنے ڈرائیونگ انسٹرکٹر پر اپنے ساتھ زیادتی کا الزام لگایا تو سویڈن کی عدالت عظمیٰ نے فیصلہ دیا کہ:

"جین پہننے والی لڑکی کسی شخص پر زیادتی کا الزام نہیں لگا سکتی کیونکہ ایسا اسکی مرضی کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا"۔[24]

اسی طرح دوسرے حوالے مطابق "گویا جین جیسا بے حجاب لباس ول کی زبان ہے۔[25]

میڈیا میں دکھائی جانے والی فلموں کی وجہ سے بے حیائی پھیل رہی ہے۔ یہی وجہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

جب گانے والی عورتیں، آلات، موسیقی اور شراب کا عام رواج ہو جائے تو تم اس وقت ایک سرخ آندھی کا زلزلہ کا زمین میں دھنسنے کا، صورتیں مسخ ہونے کا اور قیامت کی نشانیوں کا جو یکے بعد دیگرے اسی طرح آئیں گی جیسے کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جانے سے موتی بکھر جاتے ہیں۔ انتظار کرو۔[26]

میڈیا نے اخلاقی تباہی میں دنیا کو مات دے دی ہے۔ یہ بات مغربی میڈیا کے مصنف کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

آج سے ہزار سال قبل ہندوستان میں کام شاستر کا مطالعہ نابالغ اسکول بچوں کو سنِ بلوغت میں پہنچانے کا ایک ذریعہ تسلیم کیا جاتا تھا کام شاستر کا ایک درس یہ بھی ہے کہ دوسرے کی بیویوں کو کیسے رجھایا جاسکتا ہے، سوشل میڈیا کی وجہ سے موجودہ دور کے تمام تر پیشوا شرم سے پانی پانی ہو جائیں گے۔[27]

جس طرح زندگی کے تمام شعبۂ جات میں بگاڑ پیدا ہوا ہے، بالکل اسی طرح سوشل میڈیا میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا چلا گیا ہے، بلکہ آج کل یہ بگاڑ اپنے عروج و کمال کو پہنچ چکا ہے اور سوشل میڈیا اپنے حقیقی مقاصد سے بے نیاز اور کسی بھی اخلاقی ضابطہ کا پابند نہیں ہے۔ خواہ بین الاقوامی میڈیا ہو یا قومی، ان سب کی ایک فوج ظفر ہے۔ جس نے حکمرانوں سے لڑے بغیر ہتھیار ڈال دئے ہیں۔ قوم کی صحیح رہنمائی نہ کرتے ہوئے 1971ء میں ملک ٹوٹ گیا، عالمی میڈیا کا اثر تھا کہ قومی میڈیا قوم میں یکجہتی پیدا نہ کر سکا اور حقیقی دشمن کی بجائے قوم ایک دوسرے کی دشمن بنی ہوئی ہے۔ اپنے ملک کے اندر جرائم کی روک تھام کے بجائے عورت اور میڈیا کی آزادی کے نام پر اپنے معاشرتی، سماجی زندگی پر خود ہی وار کر رہے ہیں۔ میڈیا کے نام پر آزادی کے دھماکے کی تابکاری میں قوم بری طرح جھلس رہی ہے جس کے بارے میں اللہ نے سخت وعید سنائی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ[28]

جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم بھی نہیں جانتے۔

آج کے دور میں تحقیق کی ضرورت ہے، اور ان اہل علم محققین کی ضرورت ہے جو اپنا مثبت کردار ادا کر کے قوم کی راہنمائی کرے۔ لیکن دوسری جانب اس کے برعکس ہی ہو رہا ہے اور مسلمانوں کے معاملے میں مغربی میڈیا کا متعصبانہ رویہ اپنے آخری انتہا پر ہے۔

روزنامہ نوائے وقت کے نامہ نگار نے لکھتے ہیں:

حقیقت یہ کہ بین الاقعامی سوشل میڈیا کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ نہایت معتصبانہ ہے اور وہ مظالم کی صحیح اور مکمل رپورٹ بیان نہیں کرتے اس کے باوجود یہ رپورٹ اتنی بھیانک ہے کہ اس میں اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر اصل صورت حال سامنے آجائے تو وہ کیسی ہو گی۔[29]

الیکٹرانک اور سوشل میڈیا نے اخلاقی اور روحانی تباہی مچار کھی ہے اور یہ گلوبلائزیشن کا سب سے بڑا آلہ کار نظر آتے ہیں، انٹرنیٹ، جنسیت اور فحاشی کو سب سے زیادہ فروغ دینے والا ہے جو انسانیت کو گڑھے میں دفن کرنے والی بیماریاں ہیں۔ جیسے اللہ نے مؤمن معاشرے میں پھیلانا حرام قرار دیا ہے اور پھیلانے والے کے لئے بڑا عذاب رکھا ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ "مغرب کا حیا سوز اور اباحت پسند سیکولرزم جہاں مسلمانوں میں بے حیائی و بد اخلاقی فروغ دینے میں سوشل میڈیا کو استعمال کر رہا ہے، وہاں اپنے معاشرے میں شکست خوردہ صہیونیت اور عیسائیت عالم اسلام میں تخریب کاری کے لئے مشنری سرگرمیوں میں مصروف ہے، اس کے لئے بے شمار ریڈیو اسٹیشن اور ٹیلی ویژن چینلز عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کی تحقیر و توہین میں مصروف ہیں۔ دنیا میں ان کے اشاعتی ادارے مصروف کار ہیں۔[31]

چنانچہ حیا، عفت غیرت، عدل، احسان، معروف و منکر اور مشقت ور حمت جیسی قدروں پر ہی معاشرے کا وجود منحصر ہے۔ یہ ختم ہو گئیں تو معاشرے کا اسلامی تشخص ختم ہو جائے گا۔ مسلمان معاشرے اپنی روحانی اساس کے استحکام میں اسلام کی عطا کردہ اخلاقی قدروں کی حفاظت کریں، یہی ان کی اصل قوت اور سرچشمۂ حیات ہے۔

سبق یہ پڑھ تو صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا[32]

سوشل میڈیا کے مثبت اثرات

میڈیا کا دائرہ کار:

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم ایک سچے انسان کے لیے جو صفات بیان کی ہیں اس تناظر میں وہ نہایت ہی اہمیت کی حامل ہیں اور یہی خصوصیات ہر مسلمان کلمہ گو میں ہونی چاہیئے۔

اللہ نے مومنوں کو قولِ سدید[33] قول معروف[34] اور قولِ بلیغ[35] یعنی دل میں اترنے والی بات کا حکم دیا ہے جس

میں مکمل خیر خواہی اور حکمت بھی ہو۔[36]

اور ساتھ ہی مزید خوبیاں جن میں رویہ اور مزاج بنتا ہو اس حوالے سے قرآن حکیم فرماتا ہے۔

اور ساتھ ساتھ نرم لہجہ بھی ہو[37] ور ساتھ ساتھ گالی گلوچ اور دل آزاری سے بھی پاک ہو[38]

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مسلمان کی اہم خوبیاں کچھ اس طرح بیان فرمائی ہیں:

المسلمُ من سلِم الناسُ من لسانہ ویدہ[39] مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذاء سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔

مختصر یہ ہے کہ " مسلم معاشرے کا سوشل میڈیا شتر بے مہار کی طرح آزاد نہیں ہے، نہ مغربی معاشرے کی طرح مادر پدر آزاد ہے، بلکہ یہاں ان تمام ضابطوں اور اخلاقیات کی پابندی لازمی ہے جو اسلام نے مقرر کئے ہیں، اس لئے کہ انسان دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہے۔"[40] جو اپنے مالک کے احکام کا پابند ہے۔ اس کے اختیارات عطا کردہ ہیں، ذاتی نہیں۔ عام فرد کی طرح ایک حاکم اور خلیفہ بھی ان احکامات کا پابند ہے۔ ایک اسلامی ریاست میں فرد اور میڈیا سب احکامِ خداوندی کے پابند ہیں۔ ان سب کا مقصد خیر کا فروغ اور شر کا انسداد ہوتا ہے۔ سب کے حقوق و فرائض متعین ہوتے ہیں ان سے تجاوز کرنا بغاوت کہلائے گا۔"[41]

کسی پر طنز و تعرض، الزام تراشی اور عیب لگانا اسلامی نقطۂ نظر سے جائز نہیں۔ حق و صداقت و مثبت انداز کی ترجمانی اور میڈیا کی فیلڈ سے وابستہ ماہرین کی دینی واخلاقی ذمہ داری ہے۔ بد اخلاقی، بد کرداری، بد انتظامی، کام چوری، ذخیرہ اندوزی، رشوت خوری، ناانصافی اور بے ایمانی اور بد عہدی جیسے تمام غیر اخلاقی معاملات کی روک تھام میڈیا کے ماہرین کی اہم ذمہ داری ہے۔ جسے ہر صورت ادا کرنا چاہیئے۔

مؤثر ناصحانہ طریقہ کار:

سوشل میڈیا کی بہت بڑی ذمہ داری بنتی ہے جس میں خیر خواہی اور راست بازی لازم ہے پیغمبروں کی زبان اللہ نے فرمایا:

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِين [42] تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا [43] انہیں سمجھاؤ اور ایسی نصحیت کرو جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔

واضح اور ابہام سے پاک پیغام دینا:

اسلامی اصولوں کے مطابق ابلاغ اور زرائع ابلاغ یعنی جدید میڈیا کی یہ بھی ایک خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ بات واضح اور صاف بتادی جائے تاکہ اس میں کوئی ابہام نہ رہے۔ اس لئے قرآن کو بلاغ الناس قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُو الْاَلْبَابِ(44)

یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لئے اور یہ بھیجا گیا ہے اس لئے کہ ان کو اس کے ذریعہ سے خبردار کیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آجائیں۔

یعنی میڈیا کو ایسا کردار ادا کرنا چاہیے کہ بچے پر اس کا اثر یہ ہو کہ وہ واضح اور صاف بات کرے۔ گھما پھرا کر بات نہ کرے۔ اگر ہم اس تناظر میں میڈیا میں اچھے اور مثبت پروگرام کا اجراء کریں تو یقینا اصلاح کے عمل میں ہماری نئی نسل بالخصوص بچوں پر بہتر اثرات مرتب ہوسکتے ہیں اور وہ سچ اور صاف گوئی کو بیان کرنے میں اپنا کردار ادا کرسکتے ہیں۔

حق کی میڈیا میں جرات اور بے خوفی:

سچائی کے پیغام میں اسلامی میڈیا کے اصول میں جرات اور بے خوفی بھی ایک اہم اصول اور زریعہ ہے۔ اس کے بغیر کوئی بھی فرد کوئی اہم کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ یہ اولوالعزم پیغمبروں کی صفت ہے ارشاد، باری تعالیٰ ہے:

ٱلَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَٰلَٰتِ ٱللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُۥ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا ٱللَّهَ (45)

یہ وہ لوگ ہیں، جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور ایک خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

گویا میڈیا کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ انسان اب اپنی اظہارِ رائے میں آزاد ہے۔ وہ با آسانی حق و صداقت کی بات اس میڈیا کے ذریعے دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ اس معاملے میں میڈیا کا ایک بہت بڑا کردار ہے۔ ہم زرا سا اس بات پر غور کریں تو ہم اس معاملے میں جرات مند اور بے خوف ہو کر اپنی بات پر لوگوں کو آمادہ کر سکتا ہے۔

مثبت طرز و فکر کی دعوت:

آج کل ہر آدمی کی زبان پر یہ بات رہتی ہے کہ مسلکی، فروعی، فرقہ وارانہ اور تعصبات سے بالا تر ہونا چاہئے اور خصوصی طور پر سوشل میڈیا پر اس چیز کو ہوا دی جاتی ہے۔ اور یہ اچھی بات ہے لہ مثبت طرزِ فکر کو ترویج دینی چاہیے اور یہ قرآن کا حکم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۖ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ (46)

اور یہ وہ لوگ ہیں، جن کو پاکیزہ کلام کی ہدایت کی گئی اور خدائے حمید کی پسندیدہ راہ بتائی گئی۔
مذکورہ قرآنی آیت سے ہمیں ایک واضح اصول ملتا ہے، جس کی بنیاد پر ذہنی انتشار، ہیجان انگیزی سے بچتے ہوئے سکون واطمینان اور مثبت طرزِ فکر کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔لوگوں میں سنسنی پھیلانے کے بجائے ان کو اس بات کی طرف متوجہ کیا جاسکتا ہے کہ کس طرح اس سرزمین میں امن کی فضاء قائم ہو سکتی ہے اور کس طرح مثبت طرزِ فکر کی طرف رہنمائی دی جاسکتی ہے۔ مثبت طرزِ فکر کی دعوت میں میڈیا بہت بڑا کردار ادا کر سکتا ہے۔ اگر کسی کے خلاف کوئی غلط پیغام دیا گیا ہے تو اس کی اصل تہہ تک پہنچ کر ذہن کو صحیح بات کی طرف لانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ غلط فہمیاں دور ہوں اور معاشرے میں انتشار نہ پھیلے بلکہ امن کی فضاء قائم رہے۔

جھوٹ اور بات کو توڑ موڑ کرنے سے اجتناب:

یہ بھی ایک اصول ہے کہ میڈیا کی نشر واشاعت میں جھوٹ سے بچا جائے اور صحیح واقعے کو پیش کیا جائے، اس میں مبالغہ آرائی اور پیوند کاری سے اجتناب کیا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ [47] جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو

آپ ﷺ نے فرمایا:

كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع [48] کہ ایک شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ جو بات سنے بغیر تصدیق کہ آگے پہنچادے۔

باتوں کو توڑنا موڑنا بنی اسرائیل کی روش تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ [49]

پھر ان ظالموں نے اس بات کو، جو ان سے کہی گئی تھی بدل ڈالی، ہم نے بھی ان ظالموں پر ان کے فسق اور نافرمانی کی وجہ سے آسمانی عذاب نازل کیا۔

دورِ حاضر میں سوشل میڈیا یہ کام بخوبی انجام دے رہا ہے اور مختلف طریقوں سے یہ بتانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ جھوٹ کہنا یا جھوٹی خبر پھیلانے سے ملک و قوم میں انتشار پیدا ہوتا ہے، لہٰذا سوشل میڈیا کی یہ ایک بڑی کوشش ہے کہ جھوٹ سے پرہیز کرنا چاہئے، یہ ایک سب سے بڑا مثبت اثر ہے۔ میڈیا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جہاں سے ہم لوگوں میں یہ شعور پیدا کر سکتے ہیں کہ جھوٹ کی وجہ سے لوگ کس طرح تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں۔

شعور اور آگہی کا ذریعہ:

آج دنیا کے کونے کونے میں بے راہ روی، ظلم و ناانصافی کے خلاف خاص کر نوجوان اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اس تبدیلی میں الیکٹرانک میڈیا اور خاص کر سوشل میڈیا پر مختلف امور میں ہونے والے بحث و مباحثے نے نوجوان نسل کا شعور بیدار کیا ہے۔

"عالمی حالات کے تناظر میں نوجوانوں نے مظاہروں اور تحریکوں میں اپنی قوت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ خواہ یہ عرب دنیا، مصر، شام اردن ہو یا امریکہ، وال اسٹریٹ یا پاکستان ہو۔[50]

حق و سچ کی نشر و اشاعت:

سوشل میڈیا کے استعمال سے حق و سچ کی نشر و اشاعت آسان ہو گئی ہے۔ سچ اور حق کی بات کو چھپانے کی وجہ سے مزید غلط قدم اٹھائے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے معاشرہ نقصان اٹھاتا ہے۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ حق بات ہی کی جائے تاکہ غلط فہمیوں کو جگہ نہ ملے۔

إنّ رجُلًا سأل النبي صلى الله عليه وسلم وقد وضَع رِجله في الغَرْزِ: أَيُّ الجهاد أفضل؟ قال: «كَلِمَةُ حَقٍّ عِند سُلطَان جَائِرٍ.[51]

ایک آدمی نے رسول ﷺ سے دریافت کیا اور آپ ﷺ اپنا پاؤں رکاب میں رکھ چکے تھے کہ کونسا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ظالم حکمران کے سلطنت حق سے بات کہنا۔

سوشل میڈیا ایپس تعلیم میں مددگار:

آج کوئی بھی ملک تیز رفتار سوشل میڈیا کے بغیر ترقی کا تصور نہیں کر سکتا۔ گویا ملکی اور بین الاقوامی سطح پر وقت کے ساتھ اپنے آپ کو دوڑانے کے لئے سوشل میڈیا کی اہنیت کو کسی ور پر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر غور کیا جائے تو موجودہ دور میں مروجہ طریقوں کے برعکس تعلیم و تدریس کا ایک جدید ترین اور اہم ذریعہ میڈیا بھی ہے جسے پوری دنیا میں قبولیت عامہ حاصل ہے۔

تعلیم اور میڈیا:

میڈیا کے معنی پہنچانا اور بھیجنا کے ہیں، جبکہ تعلیم کے معنی سیکھنا اور سکھانا کے ہیں۔ گویا تعلیم اور میڈیا کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ آج کے جدید دور میں ترقی یافتہ اور زندہ و بیدار مغز ممالک میں جتنا کام استاد سے لیا جاتا ہے۔ اصلاح معاشرہ کے لئے اتنا ہی کام میڈیا سے بھی لیا جاتا ہے۔ فرق صرف دونوں کے انداز بیان کا ہے جو معاشرے پر جتنا زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے اثرات اتنے ہی زیادہ اور دیرپا مرتب ہوتے ہیں اور جو کمزور رہ جاتا ہے۔ وہ اپنے

مقصد میں ناکام ہو جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کیا ہے؟ اختصار کے ساتھ صرف یہی ہے کہ یہ زبان تحریر اور تصویر کے معجون کا نام ہے۔ جس کے پیچھے انسانی ہاتھ دل و دماغ کام کرتا ہے۔ عرف عام میں ہم اس کے اجزائے ترکیبی کو اخبار، ریڈیو، ٹی وی، آڈیو وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔

چونکہ سوشل میڈیا ملکی عوام کی تعلیم و تربیت کا بھی ایک موثر ذریعہ ہے۔ کوئی بھی رہنما 22 کروڑ عوام کو چند منٹوں میں اپنے خیالات سے آگاہ کر کے ان کی سوچ کارخ بدل سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تعلیمی، سائنسی، معلوماتی اور مذہبی پروگرام پیش کر کے سوشل میڈیا کو ایک موثر ہتھیار بنایا جاسکتا ہے۔

سوشل میڈیا کے انقلابی اثرات:

سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی اور نت نئے ایجادات نے زندگی کے ہر شعبہ میں ہل چل مچا کر انسان بام عروج پر پہنچایا ہے۔

"خصوصاً سوشل میڈیا کے ذریعے انسان میں جدید اور نت نئے باب اور گوشے روشن ہوتے رہے ہیں۔ خاص کر سوشل میڈیا کی اطلاعاتی امور میں کمال درجہ سرعت نے انسان کو تمام دنیا سے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر گھر بیٹھے ہر قسم کے رابطہ کا موقع فراہم کیا ہے۔ اور حالات وواقعات کی مناسبت سے فوری اور راست اقدام کا موقعہ بھی دیتا ہے۔ پاکستان میں تقریباً ۳ کروڑ لوگ انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہیں اور ان میں سے تقریباً ۵۰ فیصد سوشل میڈیا سے کہیں نہ کہیں سے جڑے ہوئے ہیں۔ گوگل اور ورلڈ پریس نے سوشل میڈیا کے فروغ میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کے ذریعے مواد کو شائع کرنا عام میڈیا کی نسبت زیادہ لچکدار رہا ہے اور تازہ خبروں، مضمون کو فوری کئی لوگوں میں شائع کیا جاسکتا ہے۔"[52]

تعمیر شخصیت اور فلاح انسانیت، مثالی معاشرے کے قیام میں معاونت:

اسلامی ریاست کا مقصد وجود صالح معاشرے کا قیام و تحفظ ہے۔ ریاست کے تمام اعضاء معاشرتی استحکام کے لئے سر گرم عمل ہوتے ہیں اس سلسلے میں سوشل میڈیا کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

اسلامی ریاست اللہ کی سر زمین پر اس کے احکام کو نافذ کرتی ہے، تو سوشل میڈیا بھی اس کی اہمیت کو اور ضرورت کو پوری قوت کے ساتھ نشر کر رہی ہے۔ سوشل میڈیا ریاست کی پولیسیوں کے تعارف اور نفاذ میں اس کے دست بازو کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح شیطانی ریاستوں کے مقاصد کے فروغ میں سوشل میڈیا کی موثر معاونت ہی اسی طرح اسلامی ریاست کے مقاصد کے فروغ میں بھی سوشل میڈیا کو بھرپور تعاون مہیا کرنا چاہئے، شخصیت کی تعمیر اور

فرد و ریاست کے درمیان متوازن تعلق کے سلسلے میں سوشل میڈیا کا کردار بے حد اہم ہے۔[53]

اسلامی معاشرے میں اتحاد و یگانگت کا فروغ اور اخوت اسلامی کا قیام:

مسلم معاشرے کا استحکام اسلام کے اصول اخوت پر مبنی ہے۔ اسلامی معاشرہ رنگ نسل اور وطن و جغرافیہ کے بجائے عقیدے کی وحدت پر منظم ہوتا ہے اور عقیدے کی بنیاد پر افراد معاشرہ اخوت کے رشتے میں جڑے ہوتے ہیں۔ سوشل میڈیا اس جذبہء اخوت کو بیدار رکھ کر مسلم معاشرے کی یک جہتی کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات مسلم معاشرے کی نوعیت متعین کرتی ہے۔ اسلامی ریاست معاشرے کی محافظ اور سوشل میڈیا معاون اور مددگار کا کردار ادا کرتے ہیں اسلامی سوشل میڈیا معاشرے سے فتنہ و فساد، خود غرضی، لالچ اور بغض وحسد کو ختم کر کے محبت و اخوت کے جذبات کو پروان چڑھاتے ہیں اور عفو در گزر، ہمدردی و غم گساری اور خیر خواہی وایثار کے اوصاف کو معاشرے میں جاگزیں کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا اس میں بہتر کام انجام دے رہا ہے اور کوشش کر رہا ہے کہ آپس میں معاشرے میں بھائی چارگی پیدا کی جائے یہ بھی میڈیا کا ایک مثبت اثر ہے بچوں پر کہ ان کے اندر بچپن ہی سے اخوت کا جذبہ بیدار ہو جائے۔[54]

خلاصہ بحث:

اس موضوع میں بچوں کی ذہنی و فکری، سماجی و اخلاقی طرز تربیت کے اصول وضابطے بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ بنیاد طور پر بچوں کی نشو نما کے لئے ان کی تربیت بچپن سے ہی کی جانی چاہیئے تاکہ انہیں صحیح غلط کی پہچان ہو سکے۔ بچوں کی دینی اعتبار سے اخلاقی ذہنی تربیت کی طرف رہنمائی دینے کی اشد ضرورت ہے۔ یہ ایک روشن اور تاریخی اور ابدی حقیقت ہے کہ اسلام دین اور ابدی ضابطہ حیات ہے۔ قرآن وسنت اور تعلیمات نبوی ﷺ ہمارے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے اور موجودہ دور میں عالمی طور پر بھی پوری انسانیت اور علاقائی تناظر میں ملک وملت کو جو بنیادی مسئلہ درپیش ہے وہ سوشل میڈیا کا کنٹرول ہے۔ جس کے جہاں معاشرے میں منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں وہیں اس کے مثبت ثرات پر غور وفکر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

تجاویز:

1- کسی مذہبی فرقے کی دل آزاری پر مبنی کوئی مواد شائع نہ کیا جائے جو ہتک آمیز ہو۔

2- ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جو فلمی ایوارڈ کی طرز پر اخبارات اور دیگر سوشل میڈیا کی مثبت سرگرمیوں پر ایوارڈ دینے کی سفارش کرے۔

3-غیر اسلامی تصورات و نظریات کو روکنے اور خاتمے کے لئے سرکاری سوشل میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر ایسے افراد تیار ہوں جو اخلاقی فکری، علمی عملی لحاظ سے اسلامی تعلیمات سے مخلص اور وفادار ہوں اور انہیں بیان کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

4-ایسی قانون سازی کی جائے کہ پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا پر غیر اخلاقی اشتہارات ومواد کی نشرواشاعت سے روکا جاسکے۔

5-بچوں کی توجہ جسمانی کھیل کی طرف متوجہ کرنی چاہئے اور ان کو نصیحت کرنی چاہئے کہ وہ جسمانی طرز عمل بالخصوص اسپورٹس وغیرہ میں حصہ لیں-

6-بچوں کے لیے باقاعدہ اخلاقی طرز پر تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حوالہ جات:

(1)۔ ابن منظور، لسان العرب، محمد بن مکرم، دار المعارف، قاہرہ، 1423ھ، ص:346

(2)۔ ابو حامد محمد ابن الغزالی، رسالۃ ایھا الولد، مجموعہ رسائل غزالی، دار الشاعت، کراچی، 1990، ص:43

(3)۔ القرآن۔4:66

(4)۔ محمد شفیق الرحمٰن علوی، مولانا م، اولاد کی تربیت اہمیت وانداز، ،ماہنامہ دار العلوم بینات، کراچی، 2016ء شمارہ 6، ج 1

(5)۔ عماد الدین، مترجم محمد جوناگڑھی، مولانا، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ السامیہ، لاہور، 2009، ج4، ص:193

(6)۔ حبیب اللہ مختار، تربیت اولاد، دار تصنیف جامعہ علوم السلام، پہلا ایڈیشن، 1988، ص:373

(7)۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الایمان، ، دار الفکر، بیروت 2000ء، ص:422

(8)۔ اولاد کی تربیت اہمیت وانداز، محولہ بالا، شمارہ 6، ج 1

(9)۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی: دار الفکر، بیروت، 1421ھ، ج 1، حدیث 2687

(10)۔ سراج الدین ندوی، بچوں کی تربیت کیسے کریں، دار الابلاغ پبلیشرز، لاہور، ص 117

(11)۔ سنن ترمذی، محولہ بالا، حدیث نمبر 1162

(12)۔ صحیح بخاری، محولہ بالا، حدیث نمبر 218

(13)۔ عبد الروف، بچوں کی نفسیات، فیروز سنز، لاہور، 1997، ص 311

(14)۔ ابن فرید، بچے کی تربیت، ادارہ خواتین، لاہور، 1957، ص 109

(15)-عبد الروف بچوں کی نفسیات، محولہ بالا، ص 315

(16)۔ لوئیس مالوف، المنجد بزیل، خزینہ علم وادب، لاہور، 2001، ص 70

(17)۔ شمس الدین، ابلاغ عامہ کی نئی جتہیں، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان اسلام آباد، 2009، ص 2

(18)۔ Emery, Alt, Introduction to mass Communication London, 1979, P 08

(19)۔ لسان العرب، ابن منظور، محولہ بالا، ج9، ص186

(20)۔ Collier's Encyclopedia, The Cornell-Collier Publishing Company,1963,13/642

(21)۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال، اقبال اکیڈمی، لاہور، ص104

(21)۔ القرآن، 2:96

(22)۔ خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل، لاہور، 2005ء ص404

(23)۔ القرآن، سورۃ النور: 91

(24)۔ روزنامہ نوائے وقت 21 فروری 1989ء

(25)۔ فکری اغوا، مکتبہ اشاعت، لاہور، 1992، ص 481

(26)۔ جامع ترمذی، محولہ بالا، حدیث 1122

(27)۔ محمد حق نواز، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، ادارہ نور، کراچی، 2007، ص432

(28)۔ القرآن، النور: 91

(29)۔ روزنامہ نوائے وقت، 6 جولائی 1995ء

(30)۔ القرآن، سورۃ النور: 91

(31)۔ اسلام کا معاشرتی نظام، خالد علوی، محولہ بالا، ص438

(32)۔ کلیات اقبال، محولہ بالا، ص102

(33)۔ القرآن، سورۂ الاحزاب 70

(34)۔ القرآن، سورۂ النساء: 8

(35)۔ القرآن، سورۂ النساء: 32

(36)۔ القرآن، سورۂ النحل: 152

(37)۔ القرآن، سورۂ طٰہٰ: 44

(38)۔ القرآن، سورۂ الانعام: 108

(39)۔ صحیح بخاری، محولہ بالا، حدیث 11

(40)۔ القرآن، سورۂ البقرہ: 3

(41)۔ زینی عبد السلام، اسلامی صحافت، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی 1990، ص: 17

(42)۔ القرآن، سورۂ الاعراف: 68

(43)۔ القرآن، سورۂ النساء: 63

(44)۔ القرآن، سورۂ ابراہیم: 52

(45)۔ القرآن، سورۃ الاحزاب:39

(46)۔ القرآن، الحج:24

(47)- القرآن، سورہ الحج:30

(48)۔ مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، ریاض الصالحین، المطبع ذکریا، 2008، ص229

(49)۔ القرآن، سورہ البقرہ:59

(50)۔ سید محمد عابد، لنک، http://www.urduweb.org/mehfil/threads

(51)۔ احمد بن شعیب النسائی، سنن نسائی، کتاب البیعۃ، باب فضل من تکلم بالحق عند امام جائز، المطبوعات الاسلامیہ 1968ء، حدیث 4209

(52)۔ زینی عبد السلام، اسلامی صحافت، محولہ بالا، ص:17

(53)۔ خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، محولہ بالا، ص:421

(54)۔ ایضاً، ص:35